سلسلہ اشاعت امامیہ مشن، لکھنؤ ۳۳۶

امن عالم اور واقعۂ کربلا

از

عالیجناب پروفیسر سید احتشام حسین صاحب رضوی دام مجدہ

مطبوعہ

سرفراز قومی پریس۔ لکھنؤ

قیمت:۔ دس پیسے

تعارف

ممدوح کا یہ گراں قدر مقالہ اس سے قبل موقر جریدہ "پیام نو" کے محرم نمبر مورخہ ۱۴ر جون ۱۹۶۱ء میں شائع ہو چکا ہے اور اب ہم اس کو اپنے حسینی لٹریچر میں شامل کر کے بصورت رسالہ شائع کر رہے ہیں۔

یقین ہے کہ افراد ملت اس رسالہ کی بھی زیادہ سے زیادہ تعداد طلب فرما کر زمانہ عزا میں تقسیم فرمائیں گے اور عند اللہ و عند الرسول ماجور ہوں گے۔

الداعی الی الخیر

سید ابن حسین نقوی عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن

لکھنؤ ۳

محرم ۱۳۸۵ھ

امن عالم اور واقعۂ کربلا

امن کا سہ حرفی لفظ اس وقت عام انسانوں کے لئے ایک متاع عزیز بنا ہوا ہے، کیونکہ انسان موت کو نہیں، زندگی کو عزیز رکھتا ہے، اور اسے حسین سے حسین تر بنانے، اور برکتوں اور نعمتوں سے مالا مال کرنے کے لئے جد و جہد کرتا ہے۔ یہ خواہش انفرادی جذبہ سے گزر کر ناقابل شکست عقیدے کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے تمام عظیم الشان مذاہب نے تاریخ کے ہر دور میں اس حقیقت کو اجاگر کیا ہے کہ انسان ایک مقدس وجود ہے، اسے نہ تو اپنے ہاتھ سے خود کو ہلاک کرنا چاہئے اور نہ کسی دوسرے کو یہ حق پہنچتا ہے، کہ وہ دوسروں کی زندگی سے کھیلے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اس نے سب سے زیادہ ان حقائق پر زور دیا ہے کہ امن و آشتی کی زندگی فتنہ و فساد کی زندگی سے افضل ہے۔

وہ فلسفی اور مفکر، جن کے ہاتھوں میں زلف ہستی کے سنوارنے کی صلاحیت نہ تھی، گھبرا کر اس نتیجہ پر پہنچ گئے، کہ انسان باہمی تعاون اور اعتماد کے ساتھ مل کر زندگی بسر نہیں کر سکتے، اس لئے ان میں اختلافات ضرور پیدا ہوں گے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ معاشی حیثیت سے ان کے مفاد ایک دوسرے سے ضرور متصادم ہوں گے، اس لئے تھوڑے

وقفے کے بعد جنگ کی بھٹی مزدور بھڑکے گی، کچھ لوگ اس میں تباہ ہوں گے اور پھر کچھ دنوں کے لئے توازن قائم ہو جائے گا۔ گویا جنگ ناگزیر ہے۔ ایک مشہور فلسفی نے کہا کہ لڑنا انسان کی سرشت میں داخل ہے، اگر ان کے پاس لڑنے کے لئے کوئی بات نہ ہوگی تو وہ صرف اس بات پر لڑیں گے کہ وہ مختلف سمتوں سے آرہے ہیں۔ انھیں خیالات کو نازی اور فاشسٹ جنگجو رہنماؤں نے عام کیا، اور مسولینی نے تو یہاں تک کہا کہ جنگ ہی ہے جو انسان کے اندر کی چھپی ہوئی طاقتوں کو نمایاں کرتی ہے، اور اس پر شرافت کی مہر ثبت کرتی ہے۔ یہ خیالات درحقیقت اس روح شرافت اور طینت فاضل کی نمائندگی نہیں کرتے، جیسے انجیل مقدس کے مطابق قدرت نے اپنی صورت پر بنایا تھا، اور قرآن مجید کی رو سے سب سے اچھی گھڑی میں پیدا کیا تھا۔ اسلام کا یہ بڑا کارنامہ تھا کہ اس نے جنگ کے مقابلے میں صلح کو انسانی بہبود کا زیادہ موثر ذریعہ قرار دیا۔ یہ بات جس طرح بانی اسلام اور ان کے مقدس خانوادے کے اقوال، اور قرآن مجید کے احکام سے ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح ان کا عمل بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ تاریخی حقائق کے نہ سمجھنے والے امن و آشتی کے بجائے اسلام میں جنگ اور آویزش کی کارفرمائی دیکھتے ہیں۔ اسلام ان بادشاہوں اور جاہ پسند حاکموں کے جارحانہ اور جنگجویانہ عمل کی ذمہ داری نہیں لے سکتا، جو دنیا کے ہر بادشاہ کی طرح تھے۔ اس حقیقت کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ہر قوم، وقت کے اہم تقاضوں کے سمجھنے کے لئے اپنی قدیم روایات اور اپنے تہذیبی عناصر پر نگاہ ڈالتی ہے۔ اس وقت دنیا جس کشمکش میں مبتلا ہے وہ زندگی اور موت کی، امن اور جنگ کی کشمکش کہی جا سکتی ہے ایٹم اور ہائیڈروجن بم، انسان اور اس کے سارے تہذیبی ورثے کو ختم کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں، لیکن انسان کی حیات پرور اور امن پسند روح بیدار ہو گئی ہے، اور وہ زندہ رہنے کی خواہش کا اظہار کر کے ایٹم بموں کے ذخیرہ کو بیکار کر دینا چاہتا ہے۔ وہ لوگ جنھیں اسلامی روایات عزیز ہیں، اور جو انھیں کے مطالعہ سے وقت کے تقاضوں کو سمجھنا چاہتے ہیں، انھیں اپنی تاریخ میں ان واقعات کو تلاش کرنا ہوگا جن سے وہ موجودہ زمانے میں جبر و تشدد کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب وہ اس نیت سے تاریخ کی ورق گردانی کریں گے تو انکی نگاہ رسول خداؐ، حضرت علیؑ، امام حسنؑ، اور امام حسینؑ کے کارناموں پر آ کے ٹھہرے گی، جہاں جنگ محض مجبوری کا سودا بنتی ہے، جہاں جنگ دفاعی حیثیت اختیار کرتی ہے، اور امن کی خواہش، جیو اور جینے دو کی تمنا، ہر دوسری خواہش سے زیادہ مضبوط نظر آتی ہے۔ ان بزرگوں کے کارناموں میں بھی واقعہ کربلا ایک روشن مثال بن کر ہمارے سامنے آئے گا، جہاں جنگ کی خواہش رکھنے والے حسینؑ کی امن داشتی کی خواہش کے سامنے پست اور ذلیل ہوتے دکھائی دیں گے۔ واقعہ کربلا کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے، اور بہت کچھ لکھا جائیگا

اور ہر دور میں جب حق اور باطل، زندگی اور موت، یقین اور شک امن اور تشدد کی آویزش ہوگی، تو وہ لوگ جو اس واقعہ کا علم رکھتے ہیں، اس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، کیونکہ جس دن سے امام حسینؑ کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ اپنی حق پرستی اور صداقت کے لئے انھیں تکالیف اٹھانا پڑیں گی، اور اپنے راستے سے ہٹنے پر مجبور کیا جائے گا، اسی دن سے انھوں نے اس تصادم سے بچنا شروع کیا، جو آخر کار ناگزیر ہوگیا۔ ایک انصاف پسند تاریخ داں جب امیر معاویہ اور امام حسینؑ کے تعلقات پر نظر ڈالے گا، اور ان کے خطوط کا مطالعہ کرے گا، تو اسے بڑی آسانی سے یہ معلوم ہوجائے گا کہ معاویہ جو ام بچار ہا تھا، امام حسینؑ اس سے واقف ہو چکے تھے، اور نہایت صلح جویانہ انداز میں معاویہ کو بھی یہ بتا دینا چاہتے تھے کہ انھیں اعتقادی اور اصولی طور پر امیر معاویہ کے تصورات سے اختلاف ہے۔ معاویہ جو اپنی طاقت اور جبروت کے زعم میں ہر شخص کو اپنی گرفت میں لے لینا چاہتا تھا بڑی آسانی کے ساتھ اسی وقت امام حسینؑ کے خلاف لشکر کشی کر سکتا تھا لیکن امام حسینؑ کے عمل نے ایسا نہ ہونے دیا، کیونکہ وہ کسی حقیقت اور صداقت کے منوانے کے لئے اس وقت تک امن اور صلح جوئی کو ترجیح دیتے تھے، جب تک اس سے انحراف ناگزیر نہ ہوجائے۔

یہ تو اس طرز عمل کی ابتدا تھی، جس کی تکمیل بعد میں ہوئی سنہ ٦ھ

میں یزید کا برسر اقتدار آنا، تاریخ اسلام میں ایک نئے دور کا آغاز تھا، چنانچہ یزید نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی امام حسینؑ کا سر کاٹ لینے کا فیصلہ کر لیا۔ مدینہ میں ایسے اہانت آمیز حکم کا پہنچنا، بنی ہاشم کی غیرت اور وضعداری، شجاعت اور امن پسندی کا امتحان تھا، اور امام حسینؑ اس امتحان میں پورے اترے۔ انھوں نے جنگ نہ ہونے دی، اور بے خانماں ہونا پسند کیا۔ اسی طرح اپنے ہر عمل سے انھوں نے یہ ثابت کیا کہ مسائل کے حل کرنے کے لئے وہ صلح جوئی کو جنگ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ واقعات کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے اشاروں سے کام چل سکتا ہے، جب خانۂ کعبہ میں امام حسینؑ کو قتل کر دینے کی سازش کی گئی، جب حُرؑ کی سرکردگی میں یزیدی فوج نے راستہ روکا۔ جب امام حسینؑ نے اپنے بہت سے ساتھیوں کو اپنے پاس سے جدا کیا، جب انھیں کربلا کے میدان میں گھیر لیا گیا، جب ان کے خیمے نہر کے قریب سے ہٹا دیئے گئے، جب انھوں نے بلادِ عرب سے باہر جا کر زندگی بسر کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، جب مسلم ابن عوسجہ کو شمر پر تیر چلانے سے روکا، جب عمر سعد کے پاس صلح کے مسلسل پیغام بھیجے، جب اپنے عزیز و اقارب، احباب اور اصحاب کو اپنے ساتھ شہید ہونے سے باز رہنے کا مشورہ دیا ــ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جنگ کی دفاعی حیثیت کو نمایاں رکھنے کے لئے، جب بار بار اس بات کا اعلان کیا کہ ہم جنگ میں کبھی سبقت نہیں کرتے، یہ ساری باتیں اسی ایک بات کی طرف

اشارہ کر رہی ہیں کہ امام حسینؑ جنگ سے بچنا چاہتے تھے۔ یہ عمل رسولؐ خدا، حضرت علیؑ، اور امام حسنؑ کے طرز عمل سے ہم آہنگ تھا، یہ اسلام کے احکام سے ہم آہنگ تھا، اور انسانیت کے اس ذوق حیات کا مظہر تھا، جو موت سے برسرپیکار رہتا ہے، اور اگر اسے مرنا ہی ہوتا ہے تو موت سے زندگی کا کام لیتا ہے، اور اس طرح موت کو شکست دیدیتا ہے

موجودہ عہد میں واقعہ کربلا سے بھی سبق لیا جاسکتا ہے۔ یہ سبق قوم، ملک اور ملت کی حد بندیوں سے بالاتر ہے، اس جذبہ کی قدر ہر صحیح الذہن شخص کرے گا، کہ صلح و آشتی کے ذریعہ جن مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے، وہ دیرپا ہوتے ہیں، اور اگر مجبوراً جنگ کے میدان میں اترنا ہی پڑے، تو وہی کرنا مناسب ہوگا، جو ان حالات میں امام حسینؑ نے کیا، اس سے ہر قوم کی اخلاقی اور روحانی زندگی کسب فیض کرسکتی ہے

پبلشر

مرزا حیدر حسین اسسٹنٹ سکریٹری

امامیہ مشن۔ نخاس لکھنؤ۳

(انڈیا)